وزیر وزیر علی خاں　ولی مرزا ولی محمد　ہرچند ہرچند کشور　ہوش مرزا محمد تقی خاں
بہادر　حرف الہاء　ہمدم عباد اللہ خاں　حرف الیاء
وسعت مستقیم خاں　ہادی میر محمد جواد علیخاں　ہمزہ شاہ ہمزہ　یاد میر غلام حسین
وصال نصر اللہ خاں　ہاشمی میر محمد ہاشم　ہمت اخوند ہمت　یاس خیر الدین
ولا مظہر علی خاں　ہاشمی لا اعلم　ہوش غلام مرتضیٰ　یقین انعام اللہ خاں
ولی اسم بامسمیٰ　ہدایت ہدایت خاں　ہوش میر شمس الدین　یکرنگ مصطفےٰ خاں
یوسف میر یوسف علی

مقدمہ مصنّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ کے کلمات پھولوں کے مانند اس چمن کی زینت ہیں کہ جو شمال کی ٹھنڈی ہوا سے چمن گیتی میں رنگ برنگے روپ دھار کر کھلتے ہیں اور گلدستۂ خیال کی آرائش کرتے ہیں اور شکر گذاری کو درخت کی صورت ایستادہ کرتے ہیں۔ اس طرح اَبر و بارش کی آبپاشی کے بغیر دنیا کے باغ میں خوب صورت درخت وجود پاتے ہیں۔ وہ ایسا خالق ہے کہ جو انسان کے خاکی وجود کو محبوبوں سے بڑھ کر قبولیت کا آب و رنگ عطا فرماتا ہے وہ خالق ایسا ہے کہ جو دریا کے کنارے ایستادہ سرو کو قامت کے اعتبار سے یار کی دلبری سے کم کم رکھتا ہے۔ وہ باری تعالیٰ ایسا حکیم مطلق ہے کہ جس نے انسان کی شہرت میں نیک و بد کا فرق اور گل و خار کی تمیز پیدا کی ہے وہ ایسا ہے کہ جس نے دلدار کی زلف کو پُر پیچ و پُر شکن سنبل سے بڑھ کر بنایا ہے اور یہ تمام بے کار کی باتیں ہیں کہ کٹ حجتی کی جاتے یا ایک کو بڑھا کر دوسروں کو گھٹانے کا پیترا استعمال کیا جائے۔

اصل یہ ہے کہ ایک ترقی یافتہ ذرّے میں سو آفتاب چھپے ہوتے ہیں اور ایک پتی کا جلوہ ہزار گلستانوں کو شرماتا ہے۔

بیت

وصف صنعت کذلب ہر ذرّہ میرزد بروں
نطق را در معرض عقد اللسان انداختہ
برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

بہرحال بخیل ترین دوست بھی انسان ہے کہ جو موجودات میں سب سے بڑھ کر اور اشرف المخلوقات ہے اسی قیاس پر ہر ایک دوسرے پر توجہ کرتا ہے اور ایک دوسرے کا نقص بھی نکالتا ہے اور رعایت بھی دیتا ہے اور یہی وہ چنگاری ہے جس کی روشنی میں اچھے بُرے کی تمیز کی جاتی ہے اور یہی روشنی آنکھ میں بصیرت کی نگاہ پیدا کرتی ہے۔ مصلحت سے نگاہ کرنا بہت بڑی بات ہے اور دل آفتاب کی مانند جسم کے شبستان میں اس طرح جلوہ گر ہے کہ جیسے اندھیرے میں شمع نور بکھیرتی ہے یہ ایسی حکمت پر سب کچھ بنا ہے کہ ہماری آنکھ لاکھ نرگس کو شرمائے مگر اس کو دیکھ نہیں سکتی اور گل کا جلوہ اپنے چہرہ سے نظر ہی نہیں ہٹانے دیتا کہ انسان کچھ بیان کر پائے۔ اسی طرح اچھا یہ ہے کہ لالہ رخوں کی تیز ہوا سے آتش شوق اس طرح نہ بڑھے کہ جیسے بلبل پھول سے اپنی آگ کو بھڑکاتا ہے اور شمع جیسے چہرے والے معشوقوں کی آرزو میں آدمی اس طرح نہ جلے کہ جیسے چراغ پر پروانہ نثار ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں محبوب سے بھی بڑھ کر جلوہ بکھیرنے والے ہیں اور یہاں بلندی اور نور افشانی میں ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ بادۂ سخن کا جام کیفیت کے پیمانہ سے ناپا جاتا ہے۔ ؎

قانع نشوی بہر چہ یابی   از خوب بخوب ترشتابی

رقص کے کمال فن کو جو نہیں پہنچتا اور اس کے حصول میں تامل کرتا ہے تو یہ حوصلہ کی پستی ہے اور جو شجر طوبی کے ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ کسی اور درخت کی جانب بڑھاتا ہے تو یہ اس کے مزاج کی کوتاہی ہے۔ بادۂ طہور کے ہوتے ہوئے انگور سے مئے کشید کرنا ٹھیک نہیں ہے اور یوسف کے روبرو ہو کر زلیخا کے چہرہ کو تاکنا درست نہیں ہے، جادو کے زور سے گردش کرنا دانشمندوں کا شیوہ نہیں ہے اور مسیح پر افلاطون کا پیوند لگانا دیوانگی ہے۔

مختصراً، حقیقت یہ ہے کہ مجاز ایک (مدھم) دیا ہے جب کہ کعبہ حقیقت کی ایک (روشن) مشعل ہے۔ دراصل مہارت وہی مہارت ہے جس پر فن کار کا علم اور اس کی معرفت غالب رہے اور سچ یہ ہے کہ ایک مکمل پیش کش دنیا کے نوادر کا حصہ ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدم کی طرف سے پیش کی جانے والی ایجاد جو علم اور معرفت کی بلندی تک پہنچے اسی کا نام معرفت ہے اسی کو علم و فضل کہتے ہیں معرفت کی گہرائی کو سمجھنے سے قاصر رہنا ہی پستی ہے لیکن وہ شخص جو دماغی اُلجھن کا شکار ہے اس کا راستہ کیا ہے اور جو منزل کو پہنچنا چاہتا ہو اس کے لیے خضر راہ کہاں سے آئے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کو سمجھانے کے لیے پیغمبروں اور نبیوں کو بھیجا گیا ہے اور وہ لوگ کہ جو الجھنوں کے شکار منزل مقصود کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں ان کو ان کی منزل تک پہنچایا جا سکے اور ان کی کی ایک انجان وادی میں راہ نمائی ہو سکے تاکہ وہ اس مطلوب وادیٔ مقصود تک کامیابی سے پہنچ سکیں۔ سلام اللہ علیہم اجمعین ان تمام نبیوں اور پیغمبروں پر اللہ کا سلام اور درود ہو خاص طور سے نبیوں کے اس قافلے کے پیش رو اور رہ نما اور نبوت کے درخشاں عنوان اور صاحب کتاب پیغمبروں میں آخری حامل رسالت ادنان ادنانی سلسلہ کے سربراہ اور جن و بشر کے سردار، ابراہیمؑ کے خواب کی تعبیر، موسیٰؑ کے جیسے جاہ و جلال والے، ایوبؑ کی طرح صبر سے لبریز،

یوسفؑ جیسے خوش شکل اللہ کی نعمتوں اور اکرام و اجلال سے نوازے ہوئے جن کے ہر قدم پر نور اور فیضان روحانیت کی بارش ہو، وہ ہیں دو عالم کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے صدقہ میں چمنستانِ زمانے پر آپ کی روح پرور شعاعیں روشنی ڈال رہی ہیں اور آپ کی پاکیزگی کا نور جس پر چمک رہا ہے اور جس کے سورج کی شعاعیں سارے عالم کو روشنی دے رہی ہیں ان کی گردن تک کی رسائی کے پیروں میں فلک کی بلندی ہے۔ لوگ چاہے اس کو پست ہمتی سمجھیں مگر یہی میرے مقام کی بلندی ہے کہ ان کے ثریا پر رکھے ہوئے قدم مبارک کے آستانہ کو بوسہ دوں اور پستیوں سے انکار کروں اور وہ ایسا مہربانی والا ہے کہ اس کے دشمن بھی اس سے دوستی پر آمادہ ہو جائیں۔ اس کے دوستوں کا حال ایک ایسے باغ لگانے کی مانند ہے جس میں اس کے احسانوں اور نیکیوں کی پھلواریوں سے آشنا اور بیگانے سبھی اس کے دماغ کے پھولوں سے فیضیاب ہوسکیں اور اس کی انگلیوں کے اشارے پر آسمان حکم بجا لاتا ہے اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی ناراضگی اور شفقت کے درمیان آفتاب پر کبھی امید اور کبھی خوف کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں اور اس کی شب معراج، شب قدر اور روز عرفات سے زیادہ بلند مرتبت ہے اور پانی کی روانی اس کے شمائل اور عادات کے فیض میں ڈوبی ہوئی انگلیوں پر پانی کے قطرے کی طرح ہے جو اس کے فضل و کمال کے چشمہ سے نکلا ہو۔

یہ وہ دریا ہے جو خشکی اور سمندر کا حاصل ہے جو آرزومندوں کے دامن پر ڈال دیا گیا ہے، یہ وہ چشمہ ہے جس کا فیض خاص و عام پر جاری ہے اور اس کے عدل کو نوشیرواں کا انصاف کہنا ناانصافی ہوگی اور اس کی جود و سخا کے ذکر میں حاتم کا نام لینا بے ہودگی ہے۔ ان کے معجزوں میں نباتات اور پتھروں کا انسانی صفات کے ساتھ بات کرنا اور ان کی حکایتوں میں درختوں کے بولنے اور پتھروں کے حرکت کرنے کا ذکر آتا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کی تلوار

کی چمک نے سرکش اور نافرمان لوگوں کی زندگی کی کشتی کو گرداب عدم میں جھونک دیا اور آپ کے غصہ کی آگ اہل شرک اور نفاق کے وجود پر برق بن کر گری اور تہس نہس کر گئی۔ آپ کے عہد میں کسریٰ کے محل کی کفر و فسق کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا گیا اور آپ کے زمانے میں شرک کا فتنہ بھی سرد پڑ گیا ملک فارس کے آتش کدوں کی آگ کا ٹھنڈا ہونا اس کی ایک واضح دلیل ہے اور اپنے اعزا و اقربا میں آپ کی شان اور آپ کی آنے والی نسلوں کو ملنے والی رفعت اور مقام سب سے برتر ہے اور آپ نے خود کے مقام و منزلت میں خداوند تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کیا ہے اور آپ کے اصحاب میں ہر شخص اپنی جگہ ایک بلند روشن ستارہ ہے جس سے ہدایت ملتی ہے اور وہ سب سچائی اور حق کے آبدار موتی ہیں۔

اور اب دیکھنے والوں کو خوشخبری ہو کہ محبوب سخن ناز و ادا کے ساتھ اپنے رخ سے اب نقاب ہٹایا چاہتا ہے اور فکر و خیال اپنی کرشمہ سازیوں کے ساتھ اب جلوہ افروز ہوتے ہیں آفتابی قلم سے لکھی خوش کلام اور برجستہ نظمیں اپنی دلربائی کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں اور مشتاق تماشائیوں کے لیے سجی دھجی نثر کی صورت آفتابی شمع اب روشن ہوتی ہے۔ یہ خوشنما اور خوش رنگ تخلیقات ایک بیاض میں جمع کر دی گئی ہیں اور یہ صبح صادق کے غنچوں کی طرح شگفتہ و آراستہ ماحول کی سفیدی سے زیادہ روشن ہیں اور یہ ماحول کے تصور سے مرتب تذکرے سے زیادہ خوشنما اور رنگین ہیں۔ اس میں شامل اشعار فصاحت کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ اس کی زبان (اردو) اختصار اور بلاغت کی خوبیوں سے پُر ہے۔ یہ ایک ایسا ہدیہ ہے جو دل نواز دوستوں اور جان چھڑکنے والے احباب کی خدمت میں نہایت اختصار کے ساتھ پیش ہے۔ ہیروں کی پرکھ رکھنے والے اگر کہیں کچھ پہچاننے سے قاصر تھے تو یہ ان کو میری جانب سے ایک تحفہ ہے پرانے کھنڈروں میں یہ جگایا ہوا یہ نیا جادو افلاطون اور ارسطو کے سروں پر

رکھی ہوئی ناقدرشناسی کی تختیوں کو توڑنے کا باعث ہوگا۔ (میری یہ خطا ضرور ہے) کہ غرور وناز کی وجہ سے میں نے ایرے غیرے کے گھاس پھوس (کلام) کی جانب توجہ نہیں کی ہے اور نہ ہی اس کو رغبت سے سنا ہے۔ اس تمام واہیات سے ہرگز میرا کچھ سروکار نہیں ہے۔

بیت

من مرغ چمن ترانہ باغ فضیلتم　　　طبع مرا بزمزۂ شاعری چکار

(میں فضیلت کے باغ کا خوش الحان پرند ہوں،
شاعری کے نغموں سے میری طبیعت کو کیا واسطہ)

بیشک یہ مرحلہ وہ ہے کہ جہاں یہ تمام (شاعر) میرے روحانی دوست ہیں اور میرا وجود ان کی آرزو کرتا ہے۔ یہ اس آرزو کے روح رواں بھی ہیں۔ ان کے تذکرے میں میری زبان زیادہ تر تسلیم و رضامندی کی زبان بن کر کھلی ہے اور یہ شرم و خجالت کا بوجھ میرے سر اور گردن پر رکھا گیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ صبح جوانی کے مانند مسرت بخش اور زندگی کے چمن کی بہار کی صورت مسرت افزا، بہار کے موسم سے بھی بڑھ کر خوشی عطا کرنے والی اور چہکتے ہوئے بلبل کے الاپ سے زیادہ جسم وجان کو تازگی بخشنے والی روشن و چمکدار صبح دل کی گھنیری رات سے طلوع ہوئی ہے۔ ماہتاب اور آفتاب طعنہ زنی کے مستحق ہیں۔ شمع اور چہرے اس دعوے کے ساتھ روشن کیے گئے ہیں کہ سورج کے برابر روشن ہو جائیں۔ آسمان اپنے ستاروں سے زمین پر نور کی بارش کرتا ہے۔ زمین چراغوں کے جلنے سے آسمان بنتی ہے۔ ایک باغ ہے کہ جو شگفتگی میں جنت سے بڑھ کر ہے، ایک گلشن ہے کہ جو نازنینوں اور مہ جبینوں کی گل گشت سے اور بھی دل لبھانے والا بن گیا ہے۔ راتوں میں چہکنے والے پرند خوش الحانی سے گیت الاپتے ہیں۔ سرو اور شمشاد ہلکی اور ٹھنڈی ہوائیں جوانان رعنا کے مانند جھومتے ہیں۔ صحرا کے ننھے منّے پرند

ہزار عشوہ و ادا کے ساتھ سینہ تانے باغ کی روشوں پر آہستہ خرامی کرتے ہیں نہروں میں رواں شفاف پانی کی موجوں کی چال رندانِ بلانوش کی مست خرامی کو شرماتی ہے۔

لالہ کے مانند سرخ رخسار والے پھولوں کے چہرے شراب کے انعکاس سے اور بھی سرخ ہوگئے ہیں۔ نظارگی کو تماشے کا شوق جلا ڈالتا ہے۔ غنچہ کو بھی گل سے برابری کا شوق چراتا ہے۔ سنبل کاکل کے منہ آتا ہے۔ دیکھنے والے یہ سب تماشا دیکھتے ہیں اور عش عش کر اٹھتے ہیں۔ نسیم اور صبا عطر بکھیرتے ہیں۔ نرگس کی آنکھ باغ کا رنگ دیکھ کر کسی دیدہ باز کی آنکھ کے مانند کھلی کی کھلی رہ گئی ہے۔ سوسن اپنی ہزار زبانوں سے چہکتے ہوئے بلبل کی طرح باغ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہے۔ گل جعفری اپنی ہزار پتّیوں اور سامان کے ساتھ جلوہ نما ہے۔ گل بنفشہ کو دیکھو تو ریحان کا دماغ ہے کیسنوں کے رخسار دل کو کھینچتے ہیں۔ سچے احباب اور ہم مزاج دوستوں کے ساتھ ایک ایسی محفل سجائی کہ جہاں امن و اتفاق کی کارفرمائی ہو اور پھولوں کے مانند دل شگفتہ ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مسرت سے ترو تازہ رہیں اور زرگل کے مانند ذخیرہ کا درجہ رکھیں۔ جہاں غم و غصّہ کا نام و نشان بھی نہ ہو۔ اس محفل میں اگر رشک کی گرمی کا گزر ہو بھی تو ایسا کہ جیسے خود شمع بھی مانند پروانہ جلے۔ اس انجمن کی رنگینی میں حسد کا کوئی پہلو ہو تو ایسا کہ جیسے باغ میں شاعر اور بلبل زمزمہ پردازی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہیں۔ ان میں کوئی ایسا ہے کہ جو اپنی طبع کے صدف سے موتیوں کی بارش کرتا ہے۔ کوئی ایسا ہے کہ جو دل لبھانے والی خوش الحانی سے ڈوم اور قوالوں کے پورے کوچے کو شکست دینے کا حوصلہ رکھتا ہے اور کوئی محض ایک لفظ سے ہی شکر لٹانے والے طوطیوں کی منقار کو باندھ دے گا ع جمعی چو گل ولالہ بہم پیوستہ (گل ولالہ کے مانند ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں) ان میں وہ

عزیز و حبیب اور دل کے قریب بھی ہے کہ جو احباب کی محفل کی شمع ہے اور اس کی محبت گویا ان کی جان کا جزو اعظم ہے۔ اس نے ایک بار کہا کہ دل چاہتا ہے کہ ایک ایسی کتاب تیار کریں جس میں قابل احترام بزرگوں اور ان کی سعادت آثار اولادوں کا ذکر اکٹھا کیا جائے تاکہ گزرے ہوئے لوگوں کے تذکرے ہمیشہ کے مونس بنیں اور ہر وقت دوستوں کے مانند ساتھی بنے رہیں۔ یہ ایسا سرور ہے کہ جس سے اس دور میں سر ہمیشہ اونچا رہتا ہے اور اس شراب کا نشہ زمانے کے سو ادوار تک خمار کی تلخی عطا کرنے پر قادر ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اے میرے مرغ دل کے شکار کرنے والے تو سدرہ نشین طائر ہو کر ببول کے تنکوں سے آشیاں بندی کیا چاہتا ہے۔ تو شفّاف پانیوں کا تیراک ہے کیچڑ میں گرنا تجھ کو زیب نہیں دیتا۔ اگر تو کہ جو مجھ سے حسن ظن اور سر میں شعر کا سودا رکھتا ہے اور بر بنائے سودا ریختہ میں شعر بھی کہتا ہے (مشکل یہ ہے کہ) اگر تجھ سے پہلے کے لوگوں کی دانش میرے دل کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے نہ ہوتی تو میں نے تجھ کو جو کچھ جنوب (دکن) سے منسوب ہے وہ سب دکھایا ہوتا ہے اور مجھے اس کی تصدیق کے لیے کسی دلیل یا ثبوت کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔ حق یہ ہے کہ اگر یہ بات ہذیان نہیں ہے تو کیا ہے دیکھو کہ اس فن کا شروع کرنے والا کون ہے اور جو کچھ خبریں عذاب کے وعدے کے طریق پر آئی ہیں وہ فساد پیدا کرنے والی ہیں اور بعد کی اطلاعیں جو مدح پر دلالت کرتی ہیں ان کا حال یہ ہے مثل ان من الشعر لحکمۃ وانّ من البیان لسحرا (یقیناً شاعری میں دانش ہوتی ہے اور بلا شبہ بیان جادو کے مانند ہے) اور یہ بات وہی ہے کہ اگر کلام بُرے لوگوں کی ستائش اور لائق ستائش لوگوں کی قدح پر مشتمل ہے تو مذموم ہے ورنہ نیک لوگوں کے اعمال (یا اعمال حسنہ) کی دلیل پر قابل تعریف ہے۔ جیسی کسی نے کہا ہے، خوب کہا ہے کہ "بدان رتبہ شعر را سرسری ÷ بود شاعری بعد پیغمبری"

(شاعری کے رتبہ کو موٹے طور پر یہ جان کہ یہ پیغمبری سے تھوڑا ہی کم ہے)

اور یہ کہ ریختہ کو اگر تو نے حقیر شمار کیا اور اس زبان (اردو) کو تو نے کمتر درجے کا جانا تو سمجھ لے کہ تو یہ نہیں جانتا کہ اصل غرض معانی سے ہوتی ہے پس اگر ہر لفظ میں تازہ معانی اس طور بندھے ہیں کہ کشادگی پیدا کرتے ہیں تو شاعری لائق تحسین ہے اور ایسا کلام دل و جان سے سننے لائق ہے۔ بے شک اس زبان میں تین زبانوں کے لغات ہیں اور اس سے یہ فصیح ہوئی ہے۔ اس میں شامل ہر زبان میرے دل کو لبھاتی اور میرے شوق کی تسکین کا باعث بن کر تفریح کا سامان مہیا کرتی ہے۔ میں نے بڑی مشکل اور چھان بین کے ساتھ پرانے استادوں اور ان کی اولادوں کے دیوان جمع کیے اور جس کسی کا دیوان نظر سے نہیں گزرا اور فراہم نہ کر پایا اس کی شاعری تذکروں اور شاعری کی بیاضوں (گلدستوں) میں سے اور اپنے حافظے سے مہیا کر کے اس میں سے اچھے سے اچھا انتخاب کیا اور یہاں لکھ دیا ہے کیونکہ پیش نظر یہ تالیف تھی اور مقصود نظر یہ تصنیف تھی اس لیے اشعار جمع کرنے کی اس تمام جگر کاوی نے دل کو ذرا بھی پریشان نہیں کیا۔ البتہ وہ شعرا کہ جن کا کلام نظر سے نہیں گزرا ان کا ذکر نہیں کیا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ معروف تھے یا غیر معروف تھے، اچھے تھے کہ بُرے تھے، زندہ ہیں یا انتقال کر چکے ہیں ان کے نام یہاں شامل نہیں ہیں اب چونکہ وہ اس ناؤ میں سوار نہیں ہیں اور ان کا کلام یہاں درج نہیں کیا گیا ہے تو اس سے وہ مشاہیر کے زمرے سے خارج نہیں ہو گئے ہیں اور اس کا یہ مطلب بھی نہ سمجھا جائے کہ ان کے یہاں ایک شعر بھی لائق تحسین نہیں تھا بعض وہ بھی ہیں کہ مجبوراً جن کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کیونکہ میرا مقصود کسی کی گردن پکڑنا نہیں تھا۔ ایسے بہت سے جھوٹے دعوے داروں کے نام اگر ان اوراق میں نظر نہ آئیں تو فقیر کو قصوروار نہ شمار کیا جائے۔ اگر کسی عمدہ خیالات اور (اچھی فکر) والے شاعر کا ذکر اس کتاب میں نظر نہ آئے تو سمجھ لو کہ وہ (اس کا کلام) ہم تک

پہنچ نہیں پایا۔ جہاں تک مہربانی اور کینہ یا دوستی اور دشمنی کا تعلق ہے۔ یہ سب اہل صفا کے دل کے مانند انشاء اللہ اس کتاب میں نہیں ملے گا اور مختصر یہ ہے کہ اس کتاب سے کسی طرح کی آزردگی پیدا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مقصد منتخب اشعار پیش کرنا ہے یعنی آبدار موتیوں کو دھاگے میں پرونا ہے اسی سے اس منثور تحریر کو منظوم کہا جا سکتا ہے (کیونکہ نظم کے لغوی معنی ہیں موتی پرونا) بازار سخن کے جوہریوں کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہر ایک موتی اس کتاب میں نہیں لیا گیا ہے۔ احوال شعراء کی ترتیب ان کے تخلص کے پہلے اور دوسرے حرف کی رعایت اور حروفِ تہجی کے حساب سے مقرر کی گئی ہے اور اشعار کی ترتیب ان کے آخر حرف سے ترتیب بنائی گئی ہے۔ اس میں زمانی ترتیب اور مرتبہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ کاموں کی کثرت اور فرصت کی کمی کے باعث غزل کے اشعار ہی پیش کیے گئے ہیں اور شاعری کی دیگر اصناف سے گریز کیا ہے۔ اس کارنامے کا آغاز ۱۲۴۸ ہجری کے شروع میں ہوا اور ۱۲۵۰ ہجری کے آخر میں تمام ہوا "بسلمہ منتخب زیب" (۱۲۴۸ ہجری) اس کے آغاز کی تاریخ ہے۔ والحمد للہ علی حصول المقاصد والشکر لہ۔ اللہ ہی کی تعریف ہے اور وہ شکر کا مستحق ہے کہ میں اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہا اور میرا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا اور آج میری عمر کے تیز رو گھوڑے نے ۲۶ ویں منزل پار کر لی ہے اور مزید حصول مقاصد کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اے اللہ خیر و عافیت کے ساتھ اس کو منزل مقصود تک پہنچانا۔

چونکہ یہ دلکش اور عشرت انگیز گلشن جنت کے کسی باغ کے مانند خس و خاشاک سے پاک ہے اسی باعث اس کا نام "گلشن بے خار" رکھا گیا ہے کہ اہل ذوق حضرات کی شیریں طبع کے موافق ہو اور دیکھنے والوں کی بینائی کی رنگینی بڑھائے۔

اور اب میں مقصد پر آتا ہوں۔ اللہ سے توفیق کا طلب گار ہوں جو رب ودود و مہربان ہے اور میں محمدؐ جو اللہ کی نشانی مصطفٰےؐ کے نام سے ہونے کے نام نامی سے مسمّٰی ہوں۔ انھوں نے میرے اس کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے

میں مدد فرمائی اور میرے خاتمے کو میری شروعات سے بہتر کیا اور اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص عطا کیا۔ میری دعا ہے کہ الٰہی یہ کام مشکل پسندوں کی پسند خاطر ہو۔

حرف الالف

آبرو

آبرو تخلص، نام نجم الدین، شاہ مبارک کے نام سے معروف ہے۔ محمد شاہ گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ دہلی کا رہنے والا ہے اور سراج الدین علی خاں آرزو کا شاگرد اور رشتہ دار ہے۔ نامی صاحب زبانوں کے طبقہ (درجہ) میں سب سے آگے ہے۔ صنعت ایہام کی طرف (زیادہ) مایل تھا۔ محمد شاہ کے زمانے میں اس کی زندگی کا ستارہ ماند پڑ گیا (یعنی وفات ہوگئی)۔ اس کے افکار کے نتائج میں سے یہ ہے:۔

کیوں چھپا ظلمت میں گر اُس لب سے شرمندہ نہ تھا
جان کچھ پانی مری ہی چشمۂ حیواں کے بیچ

کون چاہے گا گھر بسے تجھ کو　　مجھ سے خانہ خراب کیسی طرح

نہیں تارے بھرے ہیں شک کے نقط
کس قدر نسخۂ فلک ہے غلط

دُور خاموش بیٹھ رہتا ہوں　　اِس طرح حال دل کا کہتا ہوں

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
یہاں تک تو فنِ عشق میں کامل ہوا ہوں میں

نہ دیوے لے کے دل وہ جعد مشکیں
اگر باور نہیں تو مانگ دیکھو